آفتابِ قدس نکلا نور برساتا ہوا

مبارک حسین مصباحی

سرورِ کونین ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ وجیہ و شکیل تھے، ایک دن وہ اپنے والد حضرت عبد المطلب کے ساتھ مکے کی شاہ راہ سے گزر رہے تھے۔ سر راہ بنو سعد کی ایک دوشیزہ کھڑی تھی، جسے قبیلۂ بنو سعد میں ملکۂ حسن کہا جاتا تھا۔ یہ جواں سال دوشیزہ اپنی سحر طراز جلوہ سامانیوں کے لیے بھی عربوں میں مشہور تھی۔ اس پیکرِ جمال کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے مردانِ عرب سراپا شوق رہتے تھے۔ اس زہرہ جمال دوشیزہ کی نظر جب حضرت عبد اللہ کی نورانی پیشانی پر پڑی تو بے خود ہو گئی۔ دوشیزگی کی تمام تر خود داریوں کے باوجود دل کا مدعا زبان پر آ ہی گیا۔ حضرت عبد اللہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے عبد اللہ! کہاں جا رہے ہو؟ اگر تم اس وقت میرے ساتھ چند لمحے خلوت کے گزار لو تو میں تمھیں سو اونٹ پیش کروں گی، اس کے علاوہ جو تم چاہو گے پیش کر دیا جائے گا۔ حضرت عبد اللہ نے اس وقت یہ کہہ کر دامن چھڑا لیا، اس وقت میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ ہوں، اس لیے سر دست میرا کہیں جانا ممکن نہیں۔

حضرت عبد المطلب ایک حسّاس اور دور اندیش بزرگ تھے۔ انھوں نے گھر کا راستہ بدل کر وہب بن عبد مناف کے گھر کا رخ کر دیا۔ ابتدائی گفتگو کے بعد حضرت عبد المطلب نے انھیں ان کی پاک باز بیٹی سیدہ آمنہ کے لیے رشتہ کا پیغام دیا۔ حضرت عبد اللہ جیسے اعلیٰ خاندان کے شکیل رعنا سے رشتہ بھلا کون ٹھکرا سکتا تھا۔ جب معاملات طے ہو گئے تو آپ نے اسی وقت حضرت عبد اللہ کا نکاح سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور اسی دن رخصتی بھی ہو گئی۔ سیرت نگار حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں: ”سیدہ آمنہ بنو زہرہ کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں۔ فہم و خرد، جاہ و جلال اور حسن و جمال میں اس قبیلے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ خاندانی اعتبار سے بھی انھیں قدر و منزلت حاصل تھی۔“ پہلی ہی شب میں وہ نورِ محمدی ﷺ جو حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں چمک رہا تھا، حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا۔ دوسرے دن کچھ وقت نکال کر حضرت عبد اللہ قبیلۂ بنو سعد کی اس دوشیزہ کے گھر پہنچے تو اس نے خلافِ توقع کوئی توجہ نہیں کی۔ کل تک جو خاتون چند لمحوں کی خلوت کے لیے سو اونٹ اور منہ مانگے تحفے دینے کے لیے بے چین تھی، آج بات کرنے کی بھی روادار نہیں تھی۔ جب حضرت عبد اللہ نے اس بے التفاتی کی وجہ دریافت کی تو بہ روایتِ ابنِ اسحاق اس کا جواب یہ تھا: ”کل میں اس نورِ جہاں تاب پر عاشق ہو گئی تھی جو تمھاری بلند اقبال پیشانی میں چمک رہا تھا مگر اب وہ میری آنکھوں کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ شاید تم رات کہیں اور گزار کر آئے ہو، اب وہ نور کہیں اور منتقل ہو گیا۔“

حضرت ابنِ عباس روایت فرماتے ہیں: جب نورِ محمدی ﷺ حضرت عبد اللہ کی جبینِ سعادت سے منتقل ہو کر حضرت آمنہ کے شکم طاہر میں قرار پذیر ہوا تو قریش کے تمام جانوروں کو قوتِ گویائی مل گئی اور وہ باہم یہ مژدہ سنا رہے تھے کہ محمد ﷺ ماں کے پیٹ میں منتقل ہو گئے۔ کعب الاحبار کی روایت ہے کہ اس رات بساطِ ارض کے کناروں سے لے کر آسمان کی طنابوں تک یہ صدائے دل نواز گونج اٹھی تھی کہ نورِ محمدی شکمِ مادر میں منتقل ہو گیا۔ اے آمنہ! مبارک ہو۔ اصنامِ باطل سرنگوں ہو گئے۔ ان دنوں قریش سخت قحط کے دور سے گزر رہے تھے، نانِ شبینہ تک کے لالے پڑے ہوئے تھے، یکایک کھیتیاں ہری بھری ہو گئیں، درختوں پر پھلوں کی بہار آ گئی، قبیلۂ قریش کے پاس ہر طرف سے تحفے اور نذرانے آنے لگے۔ نورِ محمدی کی برکت سے یہ سال تاریخ میں فرحت و خوش حالی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت آمنہ کے ایامِ حمل کی کیفیت بھی عام خواتین سے بالکل منفرد تھی۔ آپ خود فرماتی ہیں: مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا، جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے، مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایامِ ماہ واری بند ہو گئے ہیں۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا: اے آمنہ! کیا تمھیں اپنے حاملہ ہونے کا علم ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تمہارے بطن میں اس وقت امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہے۔

(الوفا، ابن جوزی، ج: ۱، ص: ۸۸)

ابنِ اسحاق اپنی سیرت میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ "حمل قرار پانے کے بعد ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی، اے آمنہ! تمھیں معلوم ہے کہ تمھارے حمل میں کون سی شخصیت ہے؟ یہ نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جب وضعِ حمل ہو تو اس وقت یہ دعا کرنا: ''اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد.'' اور اس ماہ تابِ نبوت کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ دورانِ حمل میں نے دیکھا کہ ایک نور میرے جسم سے نکلا جو سارے عالم کو محیط ہو گیا اور پھر اس کے بعد ایک نوری شعاع پھوٹی جس کی روشنی میں ملک شام کا شہر بصریٰ نظر آنے لگا۔

اب وہ دل افروز ساعت قریب آنے والی ہے جس کا انتظار صدیوں سے تھا۔ ربیع النور کا بہار افزا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کا دن آگیا۔ آہستہ آہستہ شب کی سیاہی چھٹنے لگی۔ اب صبح صادق کی وہ پر نور گھڑی آگئی، جب جواں سال بیوہ حضرت آمنہ کے حسرت و یاس میں ڈوبے ہوئے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔ یہ یتیم درِ یتیم تھا، مگر یتیموں کا ماوا و ملجا بن کر آیا تھا۔ یہ حرماں نصیبوں کے لیے امید کی کرن بن کر نمودار ہوا تھا، یہ صدیوں سے ظلم و ستم کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کے لیے مژدۂ جاں فزا بن کر آیا تھا، یہ صنم پرستی کے عہد میں خدا پرستی کا پیغام بن کر آیا تھا، یہ ستم رانیوں کے دور میں رحمتِ دوعالم بن کر آیا تھا۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　　اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سیرت ابنِ اسحاق کی یہ روایت آج بھی آنکھوں کو نور اور دلوں کو قرار پہنچاتی ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"جس شب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادتِ باسعادت ہوئی، میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے بارش کی طرح مجھ پر برسنے والے ہیں اور نبیِ پاک کے چہرۂ زیبا کے مشتاق ہیں۔" آپ فرماتی ہیں: "جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لائے، آپ نے سر مبارک اٹھایا اور آسمان کی جانب رخ کر کے دست بہ دعا ہو گئے۔" فرماتی ہیں: "شبِ ولادت ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، پارسیوں کے آتش کدے کی وہ آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی۔"

حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں: میں اس وقت کعبہ میں تھا، میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سر بسجود، سر کے بل گرے پڑے ہیں اور دیوارِ کعبہ سے یہ آواز آ رہی ہے:

''ولد المصطفیٰ والمختار الذی تھلک بیدہ الکفار و یطھر من عبادۃ الاصنام و یأمر بعبادۃ الملک العلام.''

مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوا، اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہو گا، وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

حضرت شیخ اسماعیل نبہانی خطیب بغدادی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے فرمایا:

"جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، میں نے ایک بڑا سا بادل دیکھا جس کی چمک میں میں نے گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پردوں کی سرسراہٹ اور انسانوں کی گفتگو سنی۔ پھر ایک منادی نے یہ ندا کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی سیر کراؤ، جنوں، انسانوں کے مقدس افراد اور فرشتوں، پرندوں اور وحشی جانوروں سے روشناس کراؤ اور آپ کو حضرت آدم کا خلق، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلت، حضرت اسماعیل کی زبان، حضرت اسحاق کی رضا، حضرت صالح کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی سختی، حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی طاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کی صیانت، حضرت دانیال کی محبت، حضرت الیاس کی وفا، حضرت یحییٰ کی پرہیز گاری، حضرت موسیٰ کا زہد عطا کر دو اور انبیا کے اخلاق سے سجا دو۔"

اسی کے بعد انوارِ محمدیہ میں یہ روایت بھی ہے کہ اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو روشن نہ ہوا ہو، کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہوا ہو اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جو بول نہ اٹھا ہو۔

شیخ احمد زینی دحلان کی "السیرۃ النبویۃ" کے حوالے سے "ضیاء النبی" میں ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ ان لوگوں سے روایت کرتی ہیں جو ولادتِ باسعادت کے وقت موجود تھے۔ آپ نے کہا: مکہ میں ایک یہودی سکونت پذیر تھا۔ جب وہ رات آئی جس میں

اللہ کے پیارے رسول کی ولادتِ باسعادت ہوئی، تو اس یہودی نے قریش کی ایک محفل میں جاکر پوچھا: اے قریش! کیا تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قوم نے اپنی بے خبری کا اظہار کیا۔ اس یہودی نے کہا: میری بات خوب یاد کرلو، س رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اے قریش! وہ تمہارے قبیلے میں سے ہوگا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہوگا۔ لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ہر شخص نے اپنے اہلِ خانہ سے پوچھا، انھیں بتایا گیا کہ آج رات عبد اللہ بن عبد المطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ جسے محمد کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لوگوں نے یہودی سے آکر بتایا۔ اس نے کہا، مجھے لے چلو اور اس نومولود بچے کی زیارت کراؤ۔ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے حریم نور میں آئے۔ انھوں نے حضرت آمنہ سے کہا، ہمیں اپنا فرزند دکھاؤ۔ وہ اپنے لختِ جگر کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئیں، انھوں نے اس بچے کی پشت سے کپڑا ہٹایا تو پشت پر بالوں کا گچھا دیکھ کر وہ یہودی غش کھا کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا، تمھیں کیا ہو گیا تھا۔ اس نے بصد حسرت کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہوئی۔ اے قبیلۂ قریش! تم خوشیاں مناؤ، اس مولودِ مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔ (ملخصاً از: ضیاء النبی، ج: ۲، ص: ۳۲)

جب نور برساتا ہوا آفتابِ قدس طلوع ہوا تو کائنات کی ہر چیز مسرتوں کے شادیانے بجا رہی تھی، عرش و فرش میں چراغاں ہی چراغاں تھا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف کی والدہ الشفا کہتی ہیں: ”اس نورِ مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔“ کہکشاں بساطِ حرم کے بوسے لے رہی تھی۔ حضرت عبد المطلب یہ حیرت انگیز مناظر دیکھ کر پکار اٹھے: ”لَيَكُوْنَنَّ لِابْنِيْ شَانٌ۔“ (میرا یہ بچہ بڑی شان و شوکت والا ہوگا)۔ یہ نور و سرور کا عالم فرشِ زمین پر ہی نہیں تھا بلکہ افلاک پر فرشتے بھی عالمِ مسرت میں سجودِ شکر ادا کر رہے تھے، مگر اس بھری کائنات میں ایک تھا جو ناک بھوں چڑھا کر بیٹھا تھا۔ اپنی بد بختی اور حرماں نصیبی پر اشک بہا رہا تھا وہ ذات والا خرافات ابلیس ملعون کی تھی۔

روض الانف میں حضرت قاسم سہیلی لکھتے ہیں:

”ابلیس ملعون زندگی میں چار بار چیخ مار کر رویا۔ پہلی بار جب اس کو ملعون قرار دیا گیا، دوسری بار جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔ تیسری بار جب سرکار دوعالم کی ولادتِ باسعادت ہوئی، چوتھی بار جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔“ (بحوالہ ضیاء النبی، ج: ۳، ص: ۵۶)

مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی جلوہ گری بنی نوعِ انسان پر احسانِ عظیم ہے۔ اور امتِ مسلمہ کے لیے تو اس سے بڑی کوئی نعمت ہے ہی نہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ .“ (آلِ عمران: ۱۶۴)

(ترجمہ) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انھیں میں سے۔

اگر آپ نے قرآنِ عظیم کو ماننا ہے تو اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ رسولِ کریم کی جلوہ گری ہمارے لیے اللہ کی سب سے عظیم نعمت و رحمت ہے اور اس نعمت سے مسلسل فیض و برکت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی نعمت و رحمت کا شکر ادا کیا جائے۔ یہ فلسفۂ شکر و نعمت بھی ہمیں قرآن ہی سے ملا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

”وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ.“ (سورہ ابراہیم: ۷)

(ترجمہ) اور یاد کرو جب مطلع فرمایا تمہارے رب نے کہ اگر سابقہ احسانات پر شکر ادا کروگے تو میں مزید اضافہ کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقیناً میرا عذاب شدید ہوگا۔

یہ ایک فطری بات ہے، جب کسی کو کوئی انعام دیا جاتا ہے تو اس کا دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتا ہے۔ انعام جتنا عظیم ہوگا فرحت و انبساط کا عالم بھی اتنا ہی دوبالا ہوگا۔ یا یوں سمجھیے کہ انعام پانے والے کے دل میں انعام و اکرام کی جتنی قدر و قیمت ہوگی، انبساط کے جذبات کی کیفیت بھی اسی قدر فزوں تر ہوگی۔ اظہارِ مسرت اور شکرانِ نعمت کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کفرانِ نعمت کے انداز بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ قرآنِ عظیم میں فضل و رحمت پر اظہارِ مسرت کا حکم کتنے دل آویز انداز میں دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔"

"اے حبیب! آپ فرمائیے، اللہ کا فضل اور اس کی رحمت پر چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں، یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔" (سورۂ یونس: ۵۸)

قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔" اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔ (سورہ والضحیٰ: ۱۱)

اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ شرعی حدبندیوں کے ساتھ اظہارِ مسرت کیسے کیا جائے، مگر اتنا تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مسرتوں کا اظہار چراغوں کو بجھا کر نہیں بلکہ چراغاں کر کے کیا جاتا ہے، ناک بھوں چڑھا کر بند کمروں میں بیٹھ کر نہیں بلکہ رسولِ رحمت کی بزمیں سجا کر کیا جاتا ہے، ہانڈیاں الٹنے سے نہیں بلکہ اہلِ محبت کے لیے دستر خوان لگا کر کیا جاتا ہے۔ ہر ملک و قوم میں اظہارِ مسرت کے الگ الگ انداز ہیں۔ جب دلوں میں خوشی کے جذبات امنڈ کر آتے ہیں تو وہ اپنے ظہور کے راستے خود نکال لیتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول شریف میں میلادِ مصطفیٰ کی مجلسیں سجانا، سلام و نعت کے نغمے سنانا، گھر گھر چراغاں کرانا، احباب و مساکین کو کھانا کھلانا، صدقات و خیرات کی سبیلیں لگانا اور عشق و محبت سے سرشار ہو کر جلوس نکالنا، مسرت و شادمانی کے انتہائی بابرکت انداز ہیں اور کسی نہ کسی شکل میں یہ روایتیں عہدِ صحابہ ہی سے جاری ہیں۔ زمانے بدلتے رہے، شکرانِ نعمت اور اظہارِ مسرت کے انداز بھی بدلتے رہے۔

دماغوں کے یقین کے بعد دلوں کے اطمینان کے لیے اسلاف و اکابر کی محفلوں میں چلتے ہیں:

خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "وہ شخص جو میرے مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادتِ باسعادت کی خوشی میں ایک درہم بھی خرچ کرے گا قیامت کے دن وہ جنت میں میرا ساتھی ہو گا۔" (النعمۃ الکبریٰ)

خلیفۂ دوم حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس شخص نے ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی، گویا اس نے اسلام کو زندہ کر دیا۔" (النعمۃ الکبریٰ)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس آدمی نے میلاد النبی علیہ التحیۃ والثنا کی تقریبِ سعید پر ایک درہم خرچ کیا، گویا وہ بدر و حنین میں شریک ہوا۔ (النعمۃ الکبریٰ)

خلیفۂ رابع حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میلاد منعقد کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گا۔" (النعمۃ الکبریٰ)

جلوس و میلاد کے یہ دل کش انداز جو عالمِ اسلام میں آج نظر آتے ہیں۔ قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوئے اور یہی کیا موجودہ طرز کے یہ مدارس اور دار العلوم، یہ قاعدۂ بغدادی سے دورۂ حدیث تک کا موجودہ نصاب و نظام۔ یہ دستار بندی کے جلسے، یہ ملکی و عالمی اجتماعات، یہ مذہبی کانفرنسیں اور دار العلوموں کے صد سالے، سب بعد ہی کی پیداوار ہیں، مگر یہ سب کے نزدیک باعثِ اجر و ثواب ہیں۔ اسی طرح غلاموں نے اپنے آقا مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یادوں کی محفلوں میں بھی اظہارِ محبت کے نت نئے انداز تراشے ہیں اور میلاد کی محفلوں کے یہ انداز بھی صدی دو صدی کی بات نہیں بلکہ صدیوں پرانی روایت ہے۔ محدثِ جلیل حضرت امام سخاوی فرماتے ہیں:

"موجودہ صورت میں محفلِ میلاد کا انعقاد قرونِ ثلاثہ کے بعد شروع ہوا، پھر اس وقت کے تمام ملکوں اور تمام بڑے شہروں میں اہلِ اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں، اس کی راتوں میں صدقات و خیرات سے فقرا و مساکین کی دل داری کرتے رہے ہیں، حضور کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ فضلِ عمیم کی ان پر بارش کرتا ہے۔ (ضیاء النبی، ج: ۲، ص: ۲۷)

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی شاہ اربل ملک مظفر ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ذوق و شوق سے اس محفل کا انعقاد کرتے تھے۔ مشہور محدث حافظ ابن دحیہ نے جب میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اپنی کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" تاج دارِ اربل کے سامنے

پیش کی تو وہ خوشی سے جھوم اٹھے اور حافظ ابن دحیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کیں۔ سبط ابن الجوزی نے اپنی کتاب ''مرآۃ الزمان'' میں عاشق رسول ملک مظفر کے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کش منظر سپرد قلم کیا ہے۔ ان کی محفل میلاد میں اکابر علما اور اعاظم صوفیا شرکت فرماتے تھے۔ مصنف محفل میلاد کے ایک چشم دید شاہد کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

''میں نے ملک مظفر کے جشنِ عید میلاد النبی میں بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر، دس ہزار مرغیاں اور فیرنی کے ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت خود دیکھے۔ جو علما اور صوفیا اس ضیافت میں شرکت فرماتے، ملک مظفر انھیں خلعتیں پہناتے، ملک مظفر میلاد شریف کی اس محفل پر تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے۔''

معروف نقاد محدث علامہ عبد الرحمٰن ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں میں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لیے یہ ایک بشارت ہے۔

شارح بخاری امام قسطلانی فرماتے ہیں: ''ربیع الاول چوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینہ ہے۔ اس میں تمام اہلِ اسلام ہمیشہ سے میلاد کی خوشی میں محفلوں کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں شرکت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محفلوں میں آپ میلاد کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکتِ محبوب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن سے گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل و احسان کرے جس نے آپ کے میلادِ مبارک کو عید منا کر ایسے شخص پر شدت کی جس دل میں مرض ہے۔ (المواھب اللدنیہ، ص: ۲۷)

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''صوموا الاثنین لانی فیہ ولدت.'' دوشنبہ کو روزہ رکھو اس لیے کہ میں اسی دن پیدا ہوا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یومِ ولادت کی یاد باقی رکھنے کے لیے روزہ رکھنا مسنون ہے اور اسی کے حکم میں ہر وہ کارِ خیر ہے جس سے ولادتِ مصطفیٰ کی یاد کا رشتہ ہو۔ میلادِ مصطفیٰ کا نورانی سلسلہ بھی ولادتِ مصطفیٰ کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اس موقع پر اظہارِ مسرت کا فائدہ تو کافر تک کو ملتا ہے۔ بخاری شریف کی مشہور روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اس کو دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوش خبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلادِ مصطفیٰ پر اظہارِ مسرت کی برکت سے پیر کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف ہوتی ہے۔

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ ابوالخیر شمس الدین ابن جزری فرماتے ہیں:

''فاذا كان هذا الكافر الذي نزل بذمه جوزي في النار بفرحه ليلة مولده به فما حال المسلم الموحد من امته عليه السلام يسر بمولده و يبذل ما اتصل اليه قدرته في محبته صلی اللہ علیہ وسلم لعمري انما يكون جزاه من الله الكريم ان يدخله جنات النعيم.''

جب ولادتِ مصطفیٰ کی خوشی پر اس کافر کو انعام ملا جس کی مذمت قرآن میں آئی ہے تو کیا حال ہوگا! اس مسلمان امتی کا جو ولادتِ مصطفیٰ پر خوشی منائے اور حضور کی محبت میں امکان بھر خرچ کرے۔ بقسم اس کا انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناتِ نعیم ہے۔

محدثین اور اکابر علما و مشائخ کی لمبی فہرست ہے جنھوں نے عیدِ میلاد کی محفلوں کے جواز و استحسان پر کتابیں لکھیں اور برکات و حسنات کے ظہور پہ رقم کیے۔ اب ہم یہاں اکابرین کے چند فرمودات نقل کرتے ہیں جو برصغیر میں بلا تفریق سب کے نزدیک مسلّم ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رقم طراز ہیں: ''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں۔ میرے تمام اعمال فسادِ نیت کا شکار ہیں، البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض تیری ہی عنایت سے اس قابل اور لائق التفات ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلسِ میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری اور محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے، جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لیے اے ارحم الراحیم!

مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعہ سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔" (اخبار الاخیار، ۶۲۴، مطبوعہ کراچی)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں: "مجلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور صحابۂ کرام و اہلِ بیت عظام و اولیاے اعلام رضی اللہ عنہم کی منقبت کے قصیدے پڑھے جائیں تو اس میں کیا حرج ہے۔" (مکتوب نمبر ۷۲، ج: ۱، ص: ۱۷۱)

مقتداے ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: "مکہ معظمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے دن میں ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے جو آپ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہوا تو اچانک میں نے دیکھا کہ اس محفل پر انوار و تجلیات کی برسات شروع ہو گئی۔ انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہیں کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا، یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو، میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجالس میں شرکت پر مامور کیے گئے ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوارِ ملائکہ کے ساتھ ساتھ رحمت باریِ تعالیٰ کا نزول بھی ہو رہا تھا۔" (فیوض الحرمین، ص: ۸۰-۸۱)

حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ رقم کرتے ہیں: "فقیر کے مکان پر ہر سال میں دو محفلیں منعقد ہوتی ہیں، ایک محفلِ میلاد اور دوسری شہادت امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ سیکڑوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں، درود و سلام و قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، وعظ ہوتا ہے، بعد ازاں کھانے پر ختم پڑھا جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام پیش کیا جاتا ہے اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر ہرگز نہ کرتا۔" (فتاویٰ عزیزیہ)

شیخ طریقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں: "ہمارے علما مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علما جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے مضائقہ نہیں، کیوں کہ عالمِ خلق مقید بزمان و مکان ہے، لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔" (شمائم امدادیہ، ص: ۹۳)

حضرت حاجی صاحب اپنا معمول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔" (فیصلۂ ہفت مسئلہ، ص: ۹)

نابغۂ فرنگی محل حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی لکھتے ہیں: "جو لوگ میلاد کی محفل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں، خلافِ شرع کہتے ہیں۔"

دن اور تاریخ کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "جس زمانے میں بطرزِ مندوب محفل میلاد کی جاے باعثِ ثواب ہے اور حرمین، بصرہ، شام، یمن اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی ربیع الاول کا چاند دیکھ کر خوشی اور محفل میلاد اور کارِ خیر کرتے ہیں اور قراءت اور سماعتِ میلاد میں اہتمام کرتے ہیں اور ربیع الاول کے علاوہ دوسرے مہینوں میں بھی ان ممالک میں میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور یہ اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ ربیع الاول میں میلاد شریف کیا جائے گا تو ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔" (فتاویٰ عبد الحی، ج: ۲، ص: ۲۸۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے اسلاف و اکابر کی طرح عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سوز و گداز عطا فرمائے۔ آمین۔

اب ہم نور و سرور والے اس ناتمام قصۂ لطیف کا سلسلہ شاعرِ مشرق کے ایک آفاقی پیغام پر بند کرتے ہیں۔ عاشقِ رسول ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں: "میرے نزدیک انسانوں کی دماغی و قلبی تربیت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہتر ہے وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چناں چہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں تا کہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے لیے تین طریقے ہیں: (۱) - انفرادی طور پر درود و سلام پڑھنا۔ (۲) - اجتماعی طور پر محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کرنا۔ (۳) - کسی مرشدِ کامل کی صحبت اختیار کرنا۔ (آثار اقبال، ص: ۳۰۵، مطبوعہ حیدر آباد دکن)

☆☆☆